Pakistan Journal of Qur'ānic Studies
Volume 01, Issue 01, January-June 2022, PP: 07-19
ISSN: 2958-9177 (Print)
ISSN: 2958-9185 (Online)
Published by: Department of Qur'ān Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan
URL:https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs **DOI**: https://doi.org/10.52461/pjqs.v1i1.1460
Citation: Abdul Nasir Zamir, and Razia Shabana. 2022. "The Qur'ānic Concept of Personality Building in the Contemporary Era: عصرحاضر میں تعمیرشخصیت کا قرآنی تصور". *Pakistan Journal of Qur'ānic Studies* 1 (1):7-19. https://doi.org/10.52461/pjqs.v1i1.1460.

عصر حاضر میں تعمیر شخصیت کا قرآنی تصور

The Qur'ānic concept of personality building in the contemporary Era

Dr. Razia Shababna
Associate Proessor, Department of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan. Email: raziashabana@bzu.edu.pk

Abdul Nasir Zamir
PhD Research Scholar, Department of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan. Email: nasir.zamir5@gmail.com

Abstract

The human being is multidimensional, unlike other creatures. Philosophers consider it a creature bound to ethical rules and capable of distinguishing between right and wrong. Biologists categorize it as an animal due to its physical structure. Some religions consider it representative of evil, while some divide it into superior and inferior categories. After a clear definition of the human being, it is possible to build his personality. Islam, the last revelation of Almighty Allah, considers it the best creature. As human beings, Islam declares that Muslims and non-Muslims are equally respectable and want to build the human personality due to this importance, like a queen of bees. Islam wants to see it as a representative of good in the battle of good and evil. So that it invites the human being to think about the universe and even him because it wants to become the human being conscious even if he is on the wrong side. Islam wants to become independent from the slavery of other human beings' supremacy and other inferior creatures. For this purpose, it educates him the monotheism.

Islam builds a personality based on beneficial education within a pious environment and good company. A human being is a unity of soul and body (the soul itself represents within the body (matter), separately soul or body has no value in this world). We have wrongly divided Islamic education into religious, worldly, spiritual, and physical. The so-called explanations of these concepts completely changed the situation of personality building that is not according to Islam and reality. The personality, built on the Islamic concept, is the supporter and representative of the dominancy of right and a strong barrier in the path of wrong. It is the only hope in the world for the welfare of humanity here and hereafter.

It is clear from the analysis of our past and present that we have given up the Islamic concept of personality building, so we have declined due to the lack of persons who were able to continue our dominancy by leading the Muslim world and the whole of humanity also. It is no other way to recall the renaissance of Muslim Ummah without adapting the Islamic personality-building concepts.

Keywords: Qur'an, Personality building, Human being, Humanity welfare, Muslim renaissance.

تمہید

کسی بھی قوم کی فکری و عملی تعمیر کا دارومدار تعلیم اور تعلیمی اداروں پر ہوتا ہے۔ تاریخی طور پر یہ بات اگرچہ ہر قوم میں پائی جاتی ہے مگر مسلمان قوم اس حوالے سے ایک شاندار ماضی رکھتی ہے۔ جس طرح قومیں ادیان سے بنتی ہیں اسی طرح قومیں افراد کی شخصی تعمیر سے زندگی اور عروج پاتی ہیں اور عدم تعمیر شخصی سے زوال وموت کی کشمکش سے دوچار ہوجاتی ہیں اور یہی حال مسلمان قوم کا آج ہے۔ مسلمانوں کے پچاس سے زیادہ ممالک اور ان میں موجود تعلیمی ادارے اور ان سے منسلک افراد (اساتذہ اور طلبہ) کا طرز عمل اسلامی تعلیمات کے مطابق کیسا ہونا چاہئے کہ ہم مطلوبہ معیار کے افراد تیار کرسکیں جو مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کا پیش خیمہ ثابت ہوں بلکہ سسکتی ہوئی انسانیت کے درد کا مداوا بھی بنیں۔ یہی لائحہ عمل اس مضمون میں واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

انسان فلاسفہ کی نظر میں

انسان سے پہلے کائنات کے بارے میں یہ جان لینا ضروری ہے کہ اسلام کی رو سے یہ خیر و شر کا مجموعہ ہے اور دوسرا یہ کہ یہ جامد نہیں بلکہ متحرک ہے۔ انسان کی حیثیت اور اس کے فرائض کو طے کیے بغیر اس کی شخصیت کی تعمیر ناممکن ہے۔ مخلوقات میں اس کا مقام طے ہوجائے تو اس کو قائم رکھنے کے لیے مثبت تعلیم وتربیت کے ذریعے اس کی شخصیت کی تعمیر کا کٹھن مرحلہ طے کیا جاسکتا ہے۔ لائلا یونیورسٹی شکاگو کے شعبہ فلسفہ کے مطابق

> "انسان، وجود رکھنے والا (Physical being) جانکار ہے جو دوسرے افراد، معاشرے، خدا کے ساتھ تعلق، اور زندگی کے اختتام، یا مقصد کے سلسلے میں ایک ذمہ دار نمائندہ کی حیثیت رکھتا ہے۔"[1]

انہوں نے جسم اور روح کو الگ نہیں کیا اسی حالت میں اس کے فرائض شمار کردیے یعنی انسان کو ایک وحدت شمار کیا۔

انسان کی تخلیق اور ترکیب

اسلام کی رو سے انسان ایک جاندار ہے جسے فرشتوں اور جنوں کے بعد تخلیق کیا گیا یہ مٹی کے جسم اور روح سے ملکر بنایا گیا ہے تب یہ مکمل انسان بنا۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ[2]
>
> اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ یقیناً میں گوندھی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے ایک انسان پیدا کرنے والا ہوں۔ پھر جب میں اسے پورا بنادوں اور اپنی (تخلیق کی ہوئی) روح اس میں پھونک دوں تو اس کے آگے سجدہ کرتے ہوئے گر جانا۔

انسان کی تخلیق کا ایک متبادل نظریہ ڈارون کا ارتقائی نظریہ ہے۔ اس نظریے کی رو سے انسان بندروں وغیرہ کی اقسام سے ارتقائی مراحل سے گزرتا ہوا موجودہ حالت تک پہنچا ہے یاد رکھیں ڈی این اے کی دریافت کے بعد یہ نظریہ سائنسی طور پر مسترد ہوچکا ہے مگر ملحدوں کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ اسے نیوڈارون ازم یا کسی بھی نام سے زندہ رکھیں گو کہ اس کوشش میں بہت سی علمی بددیانتی سے بھی کام لیا گیا ہے۔

---

[1] https://www.luc.edu/philosophy/coursedescriptions/180.shtml

[2] الحجر 15: 28-29

انسان ایک وحدت

جب انسان کو مٹی سے پیدا کر کے اس میں روح پھونک دی گئی تو اسے نفس سے تعبیر کیا گیا۔ قران مجید کے مطابق انسان ایک وحدت ہے اس کو ایک نفس (جان) سے پیدا کیا گیا اور باقی نفوس اسی سے مذکر اور مؤنث بنا کر پھیلائے گئے تو تمام انسان اصل میں ایک ہی باپ کی اولاد ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً[3]

اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عوتیں پھیلا دیں۔

نفسِ انسانی جو جسم اور روح سے مل کر بنا ہے اس سے مراد جان ہے یعنی انسان۔ پھر اس کے درجات نفس امارہ، نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ ہیں۔ قرآن میں کہیں بھی انسان یا نفس کو روحانی اور جسمانی میں تقسیم نہیں کیا گیا۔ قرآن میں جہاں بھی نفس کا ذکر آیا ہے ایک انسان کے طور پر آیا ہے۔ علامہ اقبالؒ کے مطابق نوع انسانی ایک ہے اور اس کی زندگی کا مبدا اصلاً روحانی ہے۔[4] علامہ اقبالؒ انسان اور اسلام کے بارے فرماتے ہیں:

"انسان کی کوئی قوت فی نفسہ بد نہیں۔ بلکہ اپنی فطرت میں نیک ہے اور ان تمام قوائے کو اپنے محل مناسب پر استعمال کرنے کا نام اسلام ہے"[5]

یعنی روح مادے میں اپنا اظہار کرتی ہے اور یہ دونوں الگ الگ نہیں ہیں علامہ اقبالؒ مزید لکھتے ہیں کہ دراصل اسلام نے روحانی اور مادی دو الگ الگ عالم قائم ہی نہیں کئے۔ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ دراصل اسلام ایک واحد اور ناقابل تجزیہ حقیقت ہے۔[6] اسلام انسان کے لیے ایک ضابطہ حیات ہے اور اسلام تب ہی انسان کی ضروریات پوری کر سکتا ہے جب انسان بھی ایک واحد اور ناقابل تجزیہ حقیقت ہو۔ انسان دو الگ الگ حقیقتوں (روحانی اور جسمانی) کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک وحدت ہے روح اور مادے (جسم) کے ملاپ کی۔ اگر ایسا مان لیں تو اسلام انسان کی آسانی سے اصلاح اور تعمیر کر سکتا ہے جیسا کہ اس نے قرون اولیٰ میں کی مگر جیسے جیسے مسلمان خیر والقرون سے دور ہوتے گئے انہوں نے اسلام کے برعکس عجمی فلسفے کے زیر اثر روحانی اور مادی عالم الگ قائم کر لیے تو اسلام کا سارا نظام تربیت ہی بدل گیا۔

انسان اشرف المخلوقات

انسان جاندار ہے جو دیکھنے، سننے، بولنے، عقل (غور و فکر) کی صلاحیت رکھتا ہے جو اسے دوسری مخلوقات یعنی جانداروں سے جدا کرتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[3] النساء 4: 1

[4] محمد اقبال، ڈاکٹر، **تشکیل جدید الہیات اسلامیہ** (نئی دہلی: اسلامک بک سنٹر، 1992ء)، 245

[5] محمد اقبال، ڈاکٹر، **تاریخ تصوف**، مرتب: پروفیسر صابر کلوری (لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت، 1987ء)، 30

[6] محمد اقبال، ڈاکٹر، **تشکیل جدید الہیات اسلامیہ**، ص257

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ(7)

تحقیق ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا۔

یعنی بہترین جسم، عقل و فہم اور عظیم صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا جو اسے دوسری مخلوقات پر برتری کی وجہ بنتے ہیں اسے اپنے مقام و مرتبہ کے مطابق فکری اور عملی مقام کا حامل ہونا چاہیے۔

خیر وشر کی تمیز کا فطری ملکہ:

اس کی فطرت میں خیر و شر کی پہچان رکھ دی گئی ہے یہ فطرتاً خیر و شر اور ظلم وانصاف میں پہچان کر سکتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا(8)

پھر اس کو خیر و شر میں پہچان کی سمجھ دی۔

اسلام ایسے افراد تیار کرنا چاہتا ہے جو اپنی فطرت کے مطابق خیر وشر اور ظلم وانصاف میں تمیز کر کے انفرادی اور اجتماعی اصلاح کی کوشش کرتے رہیں۔ اور آج ایسے افراد کی امت مسلمہ کو اشد ضرورت ہے۔

اولادِ آدمؑ کی تکریم

ہر آدم زاد قابل عزت ہے اور قابل عزت وہ ہوتا ہے جو کم از کم مجرم نہ ہو اس کے بعد اس کی محنت و قابلیت، نیکی و تقویٰ، علم و عمل کے درجات ہیں جو ہر انسان کے الگ الگ ہوتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا(9)

اور یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی اور انہیں خشکی و تری میں سواریاں دیں اور انہیں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر انہیں فضیلت عطا فرمائی۔

مولانا صلاح الدین یوسف اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یہ شرف اور فضل بحیثیت انسان کے ہر انسان کو حاصل ہے چاہے مومن ہو یا کافر۔ کیونکہ یہ شرف دوسری مخلوقات، حیوانات، جمادات و نباتات وغیرہ کے مقابلے میں ہے"(10)

اسلام سارے انسانوں کو چاہے مسلم ہوں یا کافر معزز کہہ رہا ہے اور ان کی خیر خواہی کی ذمہ داری ڈال رہا ہے مگر عصر حاضر کا مسلم تو اپنے فکر و عمل میں اس معیاری سطح سے اتنا گر چکا ہے کہ کلمہ گو اس کے نزدیک بزعم خود کافر و مشرک و گمراہ ہیں اور حتی کہ واجب القتل ہیں تو کافروں کی خیر خواہی کا سوچنا تو سوال ہی پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اس فکر کو صحیح اسلامی نہج پر واپس لے جانے کی ضرورت ہے۔

خیر کا نمائندہ یا خلیفہ فی الارض

---

[7] التین 72: 4

[8] الشمس 91: 8

[9] بنی اسرائیل 17: 70

[10] صلاح الدین یوسف، **قرآن کریم مع اردو ترجمہ و تفسیر** (مدینہ منورہ: شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلکس، 1418ھ)، 786

دوسری بات یہاں یہ ثابت ہوتی ہے کہ انسان پیدائشی منحوس یا برائی کا نمائندہ نہیں جیسے کہ بعض مذاہب کا عقیدہ ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کے بارے میں فرشتوں سے فرمایا:

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً[11]

اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ (نمائندہ) بنانے والا ہوں۔

انسان کو بعض عجمی مفسرین نے اللہ کا خلیفہ یا اللہ کا نائب یا خلیفۃ اللہ کہا ہے۔ یہ سو فیصد عجمی تعبیر ہے اس کا اسلامی عقائد سے کوئی تعلق نہیں اور اسی سے بہت سی خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ اللہ کا نائب یا خلیفۃ اللہ ہونا محال ہے اور توحید کے سخت خلاف ہے۔ خلیفہ کے معنی بعد میں آنے والی چیز کے ہیں اور دوسرے معنی حکمران کے ہیں جیسے داوٗدؑ کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں خلافت عطا فرمائی تھی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَى[12]

اے داوٗدؑ ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا پس لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر اور خواہشات کی پیروی نہ کر۔

اس آیت سے بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسان زمین پر اللہ کا نائب نہیں بلکہ اللہ کے احکامات پر ایمان اور عمل کرنے کا پابند ہے یعنی حق کا نمائندہ ہے وہ ان پر خود عمل کرنے اور انہیں دوسروں تک اپنی استطاعت کے مطابق پہنچانے کا موت تک مکلف ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ الرسول ﷺ اس لیے کہا گیا کیونکہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد امت مسلمہ کی رہنمائی یعنی حکمرانی کے فرائض انہوں نے سنبھالے۔ سورۃ الحجر کی ایت 27 کے مطابق اسلاف کا ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے جنوں کے بعد پیدا کیا اس لئے اسے خلیفہ کہا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق ہر بچہ فطرت یعنی خیر پر پیدا ہوتا ہے مگر اس کے والدین اور ماحول اسے یہودی، عیسائی یا مسلمان بنا دیتا ہے۔

انسان آزاد ہے

انسان کو اللہ تعالیٰ نے یقیناً خیر کے نمائندہ کے طور پر بھیجا ہے مگر وہ خیر یا شر یعنی حق یا باطل کو اپنانے میں آزاد ہے۔ انسان کے بارے میں دونوں عقائد جبریہ اور قدریہ غلط ہیں۔ انسان کچھ معاملات میں مجبور محض ہے اور کچھ میں مختیار اور جن میں مختار ہے ان میں ہی حساب لیا جائے گا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ[13]

دین میں کوئی جبر نہیں تحقیق ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔

ایک مسلمان کو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ آزادی اللہ کی طرف سے ہے۔ اسے کسی سطح پر سلب نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں آزادی کا مطلب فساد فی الارض نہیں جیسا کہ مغرب کا اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ رویہ چلا آرہا ہے وہ آزدی اظہار نہیں بلکہ واضح فساد فی الارض ہے مگر قومی

---

[11] البقرۃ 2: 30

[12] ص 38: 26

[13] البقرۃ 2: 256

سطح پر خود مسلمان اسلام اور مسلمانوں کی اہانت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ آزادی کا مطلب انفرادی، قومی، اور بین الاقوامی سطح پر واضح کرنے کی ضرورت ہے۔

مقصدِ حیات انفرادی واجتماعی

انسان اس دنیا میں امتحان میں ہے اور اگر وہ کامیاب ہو گیا تو جنت میں جائے گا ورنہ جہنم میں جائے گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا[14]

وہ اللہ جس نے موت اور زندگی اس لئے پیدا کی کہ تمہیں آزمائے کہ کون اچھے اعمال کرتا ہے۔

ایک مسلمان کو دوسرے مسلمانوں کو خاص طور پر اور تمام انسانوں کو عام طور پر اس امتحان میں کامیاب ہونے میں مدد کرنی ہے تاکہ آدم کی اولاد جہنم میں جانے سے بچ جائے۔ تمام باطل نظریات کے مقابلے میں مسلمان ہی روئے زمین پر واحد سہارا ہیں اولاد آدم کا اگر انہیں خود اپنے مقصد حیات کی خبر ہو جائے تو یہ اپنی اور دوسروں کی ہنمائی کا فریضہ سرانجام دے سکتے ہیں۔

ضابطہ حیات فطرتِ انسانی

ضابطہ حیات ہر انسان کی فطری اور بنیادی ضرورت ہے اور وہ کسی نہ کسی ضابطہ حیات کا پابند ہے اس میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی قید نہیں جو انسان ہو کر اپنے آپ کو کسی ضابطہ حیات کا پابند نہیں سمجھتا اس کے متعلق یونانی فلسفی ارسطو کہتا ہے:

"انسان جب کامل ہوتا ہے تو جانداروں میں بہترین ہوتا ہے لیکن جب وہ قانون اور انصاف سے اعراض کرتا ہے تو وہ سب میں بدترین ہو جاتا ہے۔"[15]

ضابطہ حیات یا تو خدا کا بنایا ہوا ہو سکتا ہے جسے مذہب کہتے ہیں یا انسان کا بنایا ہوا ہو سکتا ہے جسے کوئی ملکی یا بین الاقوامی قانون ہو سکتا ہے۔ ہماری مراد مذہب سے ہے تو اس کے دو مخالف ارتقائی نظریات پیش کیے جاتے ہیں۔

اسلام اور مغرب کا نظریہ مذہب

اسلام کے مطابق آدمؑ سے لے کر نوحؑ تک سب لوگ حق پر یعنی اسلام پر تھے اور جب لوگوں میں شیطان نے گمراہی اور شرک پھیلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو بھیجا جنہوں نے قوم کو سدھارنے کی کوشش کی اور یہ سلسلہ محمد ﷺ پر آکر ختم ہوا مگر مغربی مفکرین نے جدید سائنسی تحقیق کے نام پر ہر چیز الٹ کر رکھ دی اور اب یہ آپ کے علم اور صلاحیت پر منحصر ہے کہ آپ اسے پھر سے سیدھا کیسے کرتے ہیں۔ مغربی مفکرین کا نظریہ ہے کہ انسان پہلے جاہل تھا اور آہستہ آہستہ اسے شعور آتا گیا اور جانوروں، پتھروں اور انسانوں وغیرہ کی پوجا کرتے کرتے آخر میں ایک خدا یعنی توحید پر آگیا۔ جبکہ قرآن نے اس کے برعکس نظریہ پیش کیا ہے مگر قرآن سے تو ہمارے طالب علم کو واستہ ہی نہیں اسے تو مغرب کی اعلیٰ تحقیق اور تعلیم و تربیت کا نشہ پلایا جارہا ہے۔ قرآن سے طالب علم کا رابطہ جوڑیے اور اس کے تناظر میں نظریہ اور فلسفہ پڑھا کر اسے حق کا نمائندہ بنا دیجئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ[16]

---

[14] الملک 67: 2

[15] Aristotle, **Aristotle's Politics**, Trans: Benjamin Jowett (Oxford University Press, 1916), P29-30

[16] یونس 10: 19

اور تمام لوگ ایک ہی امت تھے، پھر انہوں نے اختلاف کیا اور وہ الگ الگ ہو گئے، اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے سے طے نہ ہو چکی ہوتی (کہ عذاب میں جلد بازی نہ ہو گی) تو ان کے درمیان اختلاف کا فیصلہ کیا جا چکا ہوتا۔

یاد رکھیں مغرب کا نقطہ نظر گمراہ کن ہے ہمیں تحقیق سے اسے رد کر کے اسلامی نظریہ کو اجاگر کرنا ہے اور اسی کے مطابق اپنے معاملات کو حل کرنا ہے یہ مسلم نشاۃ ثانیہ اور باقی دنیا کی رہنمائی کے لئے بے حد ضروری ہے۔

اسلام وحدت پر مشتمل مکمل ضابطہ حیات

اسلام کا پورا نظام وحدت پر قائم ہے کیونکہ انسان ایک وحدت ہے اور اسلام انسان کو خطاب کرتا ہے مثلاً توحید (ایک اللہ)، رسالت (محمد ﷺ)، کتب (قرآن)،، آخرت، تقدیر وغیرہ مگر تمام باطل نظام ثنویت یا کثرت پر مبنی ہیں۔زرتشت اور یہودیت ثنویت کے قائل ہیں جبکہ ہندومت اور عیسائیت کثرت (تثلیث اور ثنویت) کے قائل ہیں۔ اسی لئے انہوں نے کائنات، انسان اور ضابطہ حیات (مذہب) سمیت ہر چیز کو کم از کم دو حصوں یعنی ثنویت میں تقسیم کیا ہوا ہے۔ جس سے ان کے ادیان ناقابل عمل اور غیر فطری ہو گئے ہیں اور عجمیوں کے میل جول کی وجہ سے غیر مسلموں کا فلسفہ اور مذہبی اثرات مسلمانوں میں در آئے اور مسلمانوں نے بھی کائنات کو حقیقت اور مجاز میں، انسان کو روحانی اور جسمانی میں، احکامات کو دینی اور دنیاوی میں، تقدیر کو قدریہ اور جبریہ میں، اسلام کو شریعت (ظاہر) اور طریقت (باطن) میں، توحید کو وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں، رسالت کو نبی اور آئمہ میں، قرآن کی تفسیر کو بالماثور اور بالرائے میں، عقائد کو سنی اور شیعہ میں، معاشرت کو خاص اور عام میں، معشیت انفرادی اور اجتماعی مفادات میں، سیاست کو علماء اور حکمرانوں میں، علم کو دینی اور دنیاوی میں وغیرہ الغرض ہر چیز کو ثنویت یا کثرتیت میں تقسیم کر کے رکھ دیا گیا۔ اور آہستہ آہستہ پورا اسلامی نظام زمین بوس ہو گیا اور ہر چیز اغیار کے رنگ میں رنگ گئی۔ ہمارا موضوع تعمیر شخصیت ہے اسی لئے انسان کے بارے میں بحث کی جائے گی۔ اسلام نے تعمیر شخصیت میں سب سے پہلے فکر کو درست کیا ہے اس کے بعد علم کے ساتھ یقین پیدا کیا جو عمل کا سبب بنا کیونکہ صرف علم سے عمل پیدا نہیں ہوتا۔

نظام ہائے فکر و فلسفہ پر گہری نظر

وقت کے ساتھ ساتھ مختلف نظام ہائے فکر و فلسفہ نے جنم لیا جن سے دین کی تعبیر و تشریح کی گئی اور انہوں نے اپنا اثر چھوڑا اور اسلامی فکر و عمل کو متاثر کیا مثلاً اوائل میں ہی خوارج، معتزلہ، اشاعرہ، ماتریدیہ، حنبلیہ، ظاہریہ وغیرہ نے دوررس اثرات مرتب کئے اور دور جدید میں جدیدیت، مابعد جدیدیت، ساختیاط اور پس ساختیاط وغیرہ نظام ہائے فکر و فلسفہ نے نسل نو کے ذہن و فکر کو بہت حد تک متاثر کیا ہے اور متاثر کر رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ صاحبان علم اور طلبہ کی ان پر گہری نظر ہو تا کہ وہ قرآن و سنت کی تعبیر و تشریح کے لئے درست اصولوں سے کام لے کر اور مسلمان قوم اور پوری انسانیت کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔

اسلامی تعلیمات کی تقسیم

دین اسلام اور فطرت کے مزاج کے برعکس اسلامی تعلیمات کو شریعت (علم ظاہر) اور طریقت (علم باطن) میں تقسیم کر دیا گیا اور اہل باطن نے شریعت کو کم تر اور طریقت کو برتر اور حقیقت شمار کیا لہذا اہل ظاہر علماء اور اہل باطن مشائخ شمار ہونے لگے علامہ اقبالؒ نے اس کرب کو اس طرح بیان کیا ہے:

"تاہم یہ کہنا کچھ غلط نہیں کہ سنی دنیا نے آخر کار یہ تسلیم کرلیا ہے کہ علم ظاہر اور علم باطن کا امتیاز واقعی اور حقیقی ہے اور علم باطن علم ظاہر سے بزرگ ہے"[17]

علم ظاہر کو مجاز اور علم باطن کو حقیقت کہا جانے لگا اور علم و عمل کا سارا زور حقیقت کی طرف ہو گیا تو معاملہ ہی الٹ گیا بقول حسرت موہانی:

خرد کا نام جنوں پڑ گیا، جنوں کا خرد   جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

یعنی محسوس، یا زندگی کے ٹھوس حقائق سے کنارہ کشی اختیار کرلی، اس بنا پر کہ اس میں کوئی حقیقت نہیں لہذا حیات فرد، جماعت اور معاشرے سے بھی منہ موڑ لیا اور اسلام میں رہبانیت (تصوف) کی راہ نکال کر زوال امت کا سبب بن گئے اسے بدلنے کی ضرورت ہے۔

علمائے ظاہر کی مخالفت

علامہ اقبالؒ کے بقول علمائے ظاہر نے اس نئے عجمی نظام (تصوف) کی ہر اسلامی ملک میں مخالفت کی جس کی وجہ سے آج تک اسلام کے شعائر زندہ ہیں ورنہ صرف رہبانیت ہی باقی رہ جاتی۔

دینی اور دنیوی کا باطل فرق

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

> "قرآن پاک کے نزدیک حقیقت مطلقہ محض روح ہے۔ یہ "طبیعی" اور "مادی" اور "دنیوی" ہی تو ہے جس میں روح کو اپنے اظہار کا موقع ملتا ہے اور جس کے پیش نظر ہر وہ شے جسے اصطلاحاً "دنیوی" کہا جاتا ہے، اپنی اصل میں روحانی تسلیم کی جائے گی"[18]

فوق الادراک ذرائع علم

علامہ اقبالؒ تاریخ تصوف میں لکھتے ہیں کہ:

> "مگر ہم یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ کتاب اللہ کی تعلیم کے خلاف ذات باری تعالیٰ، روح انسانی اور نظام عالم و معارف معلوم کرنے کا کوئی فوق الادراک ذریعہ تمام یا بعض انسانوں کی فطرت میں مخفی ہے یا کسی طریق سے پیدا ہو سکتا ہے جس سے عارف و معروف کا حقیقی اتحاد یا خلق عالم کا راز معلوم ہو"[19]

تمام باطل ذرائع علم کو چھوڑ کر فہم صحابہ کرام رضی اللہ عنھم پر قرآن و سنت کی طرف لوٹنا ہو گا تو مطلوبہ اسلامی شخصیت کی تعمیر ہو سکے گی۔

شخصی تعمیر کے فکری پہلو

کسی بھی شخصیت کی تعمیر کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک فکری اور دوسرا عملی اور صحیح بات یہ ہے کہ عمل کا دارومدار صحیح فکر پر ہوتا ہے۔ فکری انحطاط ہی عملی خرابی کا سبب بنتا ہے۔ چند بنیادی مسائل پر بحث کے بعد اب سلام کے بنیادی اصولوں کی طرف آتے ہیں۔

---

[17] محمد اقبال، ڈاکٹر، **تاریخ تصوف**،29

[18] محمد اقبال، ڈاکٹر، **تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ**،285-286

[19] محمد اقبال، ڈاکٹر، **تاریخ تصوف**،56

عقیدہ توحید: اقتدار اعلیٰ کا تصور

اقتدار اعلیٰ کی بحث بہت لمبی ہے یہودیت، عیسائیت، اسلام کے نزدیک اللہ تعالیٰ ہے مگر اول الذکر دو مذاہب نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ نبیوں اور مذہبی راہنماؤں کو شریک بنالیا۔ مذاہب چاہے سامی ہوں یا غیر سامی کسی نہ کسی شکل میں کائنات کو بنانے والی ہستی کو ہی اقتدار اعلیٰ مانتے ہیں مگر اسلام کے علاوہ سب مصدقہ، مکمل اور قابل عمل ضابطہ حیات نہ ہونے کی وجہ سے ملحدین کی طرح انسانی ضابطہ حیات پر عمل کرنے پر مجبور ہیں مثلاً عالمی سطح پر اقوام متحدہ اور ملکی سطح پر عوام عملی اقتدار اعلیٰ کی جگہ رکھتے ہیں۔ عقیدہ توحید کو اپنی اصل شکل میں نظری اور عملی طور پر پختہ کریں کیونکہ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری کائنات کا مقتدر اعلیٰ اللہ وحدہ لاشریک ہے جو الٰہ، خالق، مالک، مدبر، اور ہر چیز پر قادر ہے۔ مقتدر اعلیٰ کے مقابل کوئی قانون قابل تسلیم و عمل نہیں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ[20]

کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں؟

قرآن مجید: عالمی ضابطہ حیات

انسان ایک آزاد مخلوق ہے اور مرد عورت دونوں الگ الگ فرد شمار ہوتے ہیں اصل میں ہر فرد کا دوسرے فرد سے تعلق کسی کا جوڑا ہوا ہے کیونکہ دنیا میں کوئی بھی فرد آج تک اپنی مرضی سے، نہ پیدا ہوا، نہ پیدا ہونے کا وقت، نہ رنگ، قبیلہ، نسل، علاقہ، زبان، والدین اور اولاد منتخب کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کون ہے جو ان چیزوں کو مقرر کرتا ہے تو اسلام نے اس کا جواب دیا ہے کہ وہ وحدہ لاشریک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ہر فرد کا دوسرے فرد سے حقوق و فرائض کا تعلق ہے اور انسان ہونے کے ناطے ہر فرد کو انفرادی اور سب کو ملکر اجتماعی زندگی گزرانے کے لیے ایک ایسے ضابطہ حیات کی ضرورت ہے جو انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ہم آہنگی پیدا کر کے دنیا و آخرت کی بھلائی کا ضامن ہو۔ اب ضابطہ حیات یا تو انسان بنائے گا یا خدا۔ اسلام کے مطابق یہ اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ باقی تمام قوانین خدائی آئین کے تحت ہی بنائے جائیں گے۔ مقتدر اعلیٰ کو ہی ضابطہ حیات بنانے کا اختیار ہے اور وہ ضابطہ حیات ہے قرآن مجید۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدَى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا[21]

آپ کہہ دیں اے لوگو! بلاشبہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس حق آگیا ہے تو جس نے ہدایت کو اپنایا وہ بلاشبہ اپنے لئے اپناتا ہے اور جو گمراہ ہوا وہ یقیناً وہ خود ہی (اپنی مرضی سے) گمراہ ہوتا ہے۔

عقیدہ رسالت و ختم نبوت: صادق اور امین لیڈر کی پیروی

ہر ادارے کا سربراہ ہونا ایک فطری تقاضا ہے۔ اجتماعیت کے معاملات سوائے کسی رہنما کے نہیں چلتے اسی لئے اسلام نے ہر سطح کی بہترین لیڈر شپ کے لئے محمد ﷺ کا عملی نمونہ پیش کیا ہے۔ جب آپ ﷺ خود بھی شریعت کے مکلف تھے تو باقی کس کو استثناء حاصل ہو سکتا ہے؟ ہر سربرہ کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ اس کا اہل ہو، صادق اور امین ہو۔ رسالت محمد ﷺ کی شکل میں لیڈر شپ عالمی اور مکمل ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[20] التین 95: 8

[21] یونس 10: 108

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا[22]

اے نبی کہہ دیجئے اے لوگو! میں تم تمام کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ[23]

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔

عقیدہ رسالت اور ختم نبوت کی بنیاد پر ایسے افراد تیار کریں جو مسلمانوں کی اصلاح اور غیر مسلموں کو دعوت کا حق اسوہ حسنہ کی روشنی میں ادا کریں۔ یہ افراد مسلم نشاۃ سانیہ کے لیے بنیاد اور سنگ میل ثابت ہوں گے۔

عقیدہ آخرت: ذاتی واجتماعی احتساب وانصاف

سب سے پہلے فرد اپنا احتساب کرے تو دوسروں کا احتساب انصاف کے ساتھ کر سکتا ہے۔ دنیا میں سرکشی، ناانصافی، ذاتی، قومی اور بین الاقوامی سطح پر انسانیت کا منہ چڑا رہی ہے اس کا حل ایسے افراد کی تیاری ہے جو عقدہ آخرت پر یقین رکھتے ہوں اس کا صرف علم نہ رکھتے ہوں جیسا کہ مسلمانوں کی اکثریت زبان پہ کلمہ اور بغل میں سود کا کھاتہ۔ روز محشر سب حقوق و فرائض جن کا اس دنیا میں کا حساب نہ ہو سکا، ان کا حساب انصاف سے کیا جائے گا اور پھر فرد جرم عائد کر کے جہنم یا باعزت بری کر کے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ ایسے افراد مسلم نشاۃ ثانیہ کے لیے سیڑھی کا درجہ رکھتے ہیں مگر آپ کی قوم میں ایک فیصد بھی ایسے افراد موجود نہیں۔

تعمیر شخصیت کے عملی پہلو

تعمیر شخصیت کے عملی پہلوؤں کا خیال رکھنا بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا نظری پہلوؤں کا۔ عملی معاملات میں مسلمانوں کی حالت بہت ابتر ہے ان کی اصلاح کی ضرورت ہے انہیں ذیل میں زیر بحث لایا جاتا ہے۔ اسلام شخصیت کی نظری اور عملی تعمیر پر برابر زور دیتا ہے۔

مثبت تعلیم۔ صحبت صالح

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ دو میں سے ایک بنو یا طالب علم یا صاحب علم یعنی استاد۔ بد قسمتی سے تعلیم کو دنیاوی اور دینی میں تقسیم کر دیا گیا جس سے ہم تنزلی کا شکار ہو گئے۔ ان دونوں کو یکجا کرنے کی ضرورت ہے پاکستان میں تبدیلی ایک ہی نسل کی تیاری سے عمل میں آجاتی مگر تین نسلیں گزر جانے کے بعد بھی وہ مقاصد حاصل نہیں ہوئے۔ مثبت تعلیم وہ ہی ہو گی جب یکجا کر دی جائے گی تب کسی ابن تیمیہ، ابن سینا، فارابی اور غزالی، شاہ ولی اللہ یا اقبال کے پیدا ہونے کے امکانات ہیں۔

صالح صحبت پیدا کرنے والے اساتذہ کہاں ہے؟ تعلیم کا مقصد حصول رزق ہی کیوں ہے؟ اور صحبت صالح استاد فراہم کرتا ہے شاگرد کو اور والدین مہیا کرتے ہیں کرتے ہیں بچوں کو یہ بہت اہم ہے مثبت ماحول اپنانے کی ضرورت ہے، ارشاد باری تعالیٰ میں ہے:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا[24]

آپ ان کی صحبت میں رہیں جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں وہ اس کی رضا چاہتے ہیں اور آپ ان سے ہرگز نگاہ کو نہ پھیریے۔ (کیا) تم لوگ دنیا کی زیب وزینت کو چاہتے ہو۔ اور آپ ایسے شخص کی اطاعت نہ کریں جس

[22] الاعراف 7: 158

[23] الاحزاب 33: 40

[24] الکہف 18: 28

کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور جو اپنی خواہش کے پیچھے چلا ہے اور جس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔

اسلامی معاشرت: مساوات واحترام انسانیت

اسلامی معاشرت میں فرد کی اہمیت اس کے انسان، بے ضرر اور نیک ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ مرد، عورت، عام، خاص، امیر، غریب، حکمران یا رعایا ہونے کی وجہ سے۔ قانون کی نظر میں سب برابر ہیں ہر فرد عقیدہ و عمل میں آزاد ہے صرف فساد فی الارض سے منع ہے۔اس سے ایک عالمی معاشرہ جنم لیتا ہے جس کی بنیاد ﴿وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا [25] کے عالمی اصول پر ہے۔ہم نے اسلامی تعلیمات کی رو سے ایسے افراد تیار کرنے ہیں جو قومی اور بین الاقوامی سطح پر امن کے داعی اور علمبردار ہوں۔

اکل حلال۔پاکیزہ معیشت

غذا انسانی جسم کی ضرورت ہے اور اس کا انسانی فکر و عمل پر اثر پڑتا ہے۔ اسلام اکل حلال پر بہت زور دیتا ہے کیونکہ حرام کھلانے کے بعد اچھی شخصیت کی تعمیر ممکن نہیں۔ قرآن مجید نے حرام کو جہنم کی آگ شمار کیا ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے :

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ [26]

اور آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ۔

اسلام جس شخصیت کی تعمیر کرنا چاہتا ہے اس سے وہ رہنمائی کا کام لینا چاہتا ہے اور اگر رہنماہی کی تربیت حرام کھلا کر کی جائے تو اس سے نہ تو رہنما تیار ہو سکتے ہیں نہ مثالی شخصیات تیار کر کے صالح معاشرہ تیار کیا جا سکتا ہے۔ اسلام راہبر تیار کرنا چاہتا ہے نہ کہ راہزن۔

اسلامی سیاست-حکمرانوں کی مشروط اطاعت

اسلام ایسے افراد تیار کرنا چاہتا ہے جو غلام ذہن جیالے نہ ہوں بلکہ باشعور اور بے باک مومن ہوں جو حکمرانوں کی اطاعت حق کی خاطر کریں اگر حکمران دنیاوی مفادات کی خاطر غیر اسلامی احکامات یا قوانین جاری کریں تو شریعت کی رو سے نہ صرف مسلمانوں پر ان کی اطاعت ضروری نہیں بلکہ حکمرانوں کی اصلاح بھی ان کا فرض ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى المَرْءِ المُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ، مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلاَ سَمْعَ وَلاَ طَاعَةَ [27]

مسلمان کے لئے امیر کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا ضروری ہے، ان چیزوں میں بھی جنہیں وہ پسند کرے اور ان چیزوں میں بھی جنہیں وہ ناپسند کرے، جب تک اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے۔ پھر جب معصیت کا حکم دیا جائے تو نہ سننا باقی رہتا ہے اور نہ اطاعت کرنا۔

انسانیت کا آخری سہارا۔اسلام اور مسلمان؟

---

[25] المائدۃ 5: 32

[26] البقرۃ 2: 188

[27] البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح** (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، کتاب الاحکام، باب السمع والطاعۃ، رقم الحدیث:7144

نظریہ ونمونہ عمل ہر انسان کی فطری ضرورت ہے۔ اس نظریہ حیات کو جو آدمؑ سے محمد ﷺ تک ایک ہی تھا اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت کی اصلاح وتطہیر فکر وعمل کے لئے اپنی اصل شکل میں آخری بار نازل فرمایا اور اس کی حفاظت کا ذمہ بھی لیا۔ اب اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوا اور مسلم امت کا فرض واضح کر دیا گیا۔

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا[28]

اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں۔

محمد ﷺ کے بعد دنیا کو جس فکری اور عملی ظلم کا سامنا ہے اس میں بالواسطہ یا بلاواسطہ مسلمان ذمہ دار ہیں کیونکہ باطل کی اصلاح صرف حق سے ہی ہو سکتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کے زوال سے دنیا کو بہت فکری اور عملی نقصان پہنچا ہے اور پہنچ رہا ہے۔

مسلم نشاۃ ثانیہ۔افراد سے جماعت تک تبدیلی

اگر آپ نشاۃ ثانیہ چاہتے ہیں اپنے زوال کو عروج میں بدلنا چاہتے ہیں اس کے لئے تیئیس سال کا معیاری وقت درکار ہے ایک نسل جب تیار ہو جائے گی تو اس سے کئی نسلیں تیار ہوں گی اور پھر اس حق کے سیلاب کو کوئی باطل نہیں روک سکے گا۔ اس بات کا ادراک باطل کو ہے لیکن ہمیں نہیں یا ہم بھی ڈاکٹر عافیہ صدیقی [29] کی مثال نہیں بننا چاہتے۔ آپ کے پاس جماعتوں کے خوبصورت ڈھانچے موجود ہیں مگر ایسے افراد موجود نہیں۔ علامہ اقبالؒ کے بقول:

"قوائے انحطاط کے سدباب کا اگر کوئی ذریعہ فی الواقع موثر ہے تو یہ کہ معاشرے میں اس قسم کے افراد کی پروش ہوتی رہے جو اپنی ذات اور خودی میں ڈوب جائیں، کیونکہ ایسے ہی افراد ہیں جن پر زندگی کی گہرائیوں کا انکشاف ہوتا ہے"[30]

ایسے افراد جو قرآن وسنت کے معنی اور تعبیر وتشرح صحابہ کرام کی اپنائیں گے اور خالص اسلام پر عمل پیرا ہوں گے انہیں سے مسلم نشاۃ ثانیہ کا خواب شرمندہ تعبیر ہو گا۔

خلاصۃ البحث

مسلم نشاۃ ثانیہ کے لیے عصر حاضر کے تناظر میں تعمیر شخصیت کا اسلامی تصور سمجھنا ضروری ہے۔ تعمیر شخصیت کے لیے گلوبلائزیشن کے تصور کو سمجھنا ضروری ہے جو دراصل اسلام ہی کی فطرت ہے۔ آزادی اور برتری کے باوجود اسلام فساد کی بجائے انسانوں کی خیر خواہی، احترام اور برداشت کی تعلیم سے عالمی معاشرت کا تصور تعمیر شخصیت کے لیے پیش کرتا ہے۔ خلیفہ فی الارض کی شخصیت کی تعمیر کے لیے اسلام توحید، رسالت، آخرت، حلال وحرام اور سمع وطاعت کو قرآن اور اسوہ رسول ﷺ کی شکل میں خیر القرون کے آئینہ میں رکھ کر عصری تقاضوں کے مطابق لائحہ عمل تیار کرتا ہے۔ علم نافع کے ذریعے صحبت صالح کے پاکیزہ ماحول میں جو شخصیت تعمیر ہوتی ہے وہ خیر کی نمائندہ اور شر کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہونے کے ساتھ ساتھ خدا کی زمین پر انسانیت کی

---

[28] البقرۃ2: 143

[29] ڈاکٹر عافیہ صدیقی 2 مارچ 1972ء کو کراچی پاکستان میں پیدا ہوئیں، امریکہ سے کاگنیٹو نیوروسائنس میں پی ایچ ڈی کی، دعوت اسلام سے منسلک ہوئیں اسلام کی اس بیٹی کو امریکہ نے اغواء کیا، امریکی فوجی کے قتل کا جھوٹا مقدمہ کیا اور 86 سال کی قید سنائی اور اپیل کا حق بھی نہیں دیا۔

[30] محمد اقبال، ڈاکٹر، **تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ**، 253-254

فلاح کا واحد سہارا ہوتی ہے۔ اسلام تعمیر میں شخصیت کو اپنی ذات، قوم اور پوری انسانیت کی بھلائی کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ شخصیت نہ ظلم کرتی ہے اور نہ کسی کو ظلم کرنے دیتی ہے۔

سفارشات

عصر حاضر میں تعمیر شخصیت کے اسلامی تصور سے مستفید ہونے کے لیے درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

1. قومی مقاصد کو مسلم نشاۃ ثانیہ کے لیے گلابلائزیشن کے تناظر میں ماضی، حال اور مستقبل کو سامنے رکھ کر تحقیق کی بنیاد پر طے کیا جائے۔
2. نصاب قومی مقاصد کے حصول کے لیے تیار کیا جائے جو یکساں، جدید ترین اور لچکدار ہو جو وقت کے تقاضوں کے مطابق اپ ڈیٹ ہوتا رہے۔
3. علوم کو دینی، دنیاوی، جسمانی روحانی، ظاہری باطنی جیسے غیر اسلامی تصورات سے پاک کر کے نافع اور غیر نافع کی بنیاد پر تقسیم کیا جائے۔
4. استاد کا کردار تعمیر شخصیت میں ہر چیز سے زیادہ اہم ہے۔ اساتذہ کو سی ایس ایس طرز کے امتحانات سے گزار کر منتخب کیا جائے اور اعلیٰ قابلیت کے ساتھ سخت ٹرینگ کے بعد سب سے زیادہ تنخواہیں، مراعات اور گورنمنٹ سطح پر عزت واحترام دیا جائے۔ شخصیت کی تعمیر اور تخریب میں استاد کا کردار کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ اس طرف سخت توجہ کی ضرورت ہے۔
5. تعمیر شخصیت پیدائش سے پہلے شروع ہو کر تعلیم کی تکمیل تک کا عمل ہے، جس میں والدین کا کردار، ان کے کھلائے ہوئے حلال یا حرام کا اثر، ماحول کا اثر، تعلیمی اداروں کا کردار اپنی اپنی جگہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ ان سب کو قومی مقاصد کے مطابق ڈھالنے کی باقاعدہ پالیسی بنائی جائے۔ تاکہ وہ قومی مقاصد کے حصول کے لیے شخصیت کی تعمیر میں اپنا بھرپور کردار ادا کر سکیں۔
6. رسمی کے ساتھ ساتھ غیر رسمی ذرائع علم سے استفادہ کے مواقع مہیا کیے جائیں تاکہ شخصیت میں وسعت نظر، ہم آہنگی، باہمی احترام، تحقیق وجستجو کا مزاج پیدا ہو۔ ہر ذریعہ علم کو باقاعدہ اہمیت دی جائے۔
7. والدین، معاشرہ، تعلیمی ادارے اور حکومتی سطح پر ہر طرح کے فرقہ وارانہ، نظریاتی، سیاسی، علاقائی، لسانی اور نسلی تعصبات کے پرچار پر قانوناً پابندی لگائی جائے تاکہ جس ماحول میں شخصیت کی تعمیر ہو رہی ہے اس میں وہ خرابیاں سرے سے ہوں ہی نہ جن کا بعد میں قوم کو خمیازہ بھگتنا پڑے۔